مالداری اورغریبی
اسلام کی نظر میں

غرباء وفقراء اور علماء کے لیے ایک تحفہ اور تسلی کا سامان

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

انتخاب و ترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر: افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب	مالداری اورغریبی اسلام کی نظر میں
علوم وافادات	حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ
انتخاب وترتیب	محمد زید مظاہری ندوی
صفحات	۴۰
بارپنجم	۱۴۳۷ھ
قیمت	

ملنے کے پتے

☆ دیوبند وسہارنپور کے تمام کتب خانے

☆ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ مکتبہ رحمانیہ ہتورا، باندا، پن کوڈ: ۲۱۰۰۱

☆ مکتبۃ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

☆ مکتبہ اشرفیہ ۳۶، محمد علی روڈ بمبئی ۹

فہرست

عنوانات	صفحات
مالداری اور غریبی کا تقابل	۷
دنیا کی حقیقت	۷
مال ودولت کامیابی کا معیار نہیں	۷
مال ودولت کی بے وفائی	۹
بغیر دین کے دنیادار کامیابی نہیں حاصل کرسکتا	۱۱
مال ودولت خود مقصود نہیں اصل مقصود راحت وسکون ہے	۱۱
مسلمانوں کی کوتاہ نظری	۱۲
دوسری قوموں کی عیش وعشرت کی حالت دیکھ کر غلط تمنا کرنا	۱۳
مال ودولت والوں کو بھی راحت سکون حاصل نہیں	۱۴
حقیقی راحت کا نسخہ	۱۴
کامیابی کی حقیقت وصورت	۱۵
بہت سے مالدار ناکام اور غریب کامیاب ہیں	۱۵
دنیاداروں کو چین سکون نصیب نہیں	۱۶
ایک عبرت آمیز حکایت	۱۷
غریبوں کے مقابلہ میں مالدار زیادہ پریشان نظر آتے ہیں	۱۹
مالدار زیادہ پریشان اور قابل رحم ہیں	۲۰
مالداروں کی پریشانی کی وجہ	۲۱
مالداری کے بعد غربت بڑی مصیبت ہے	۲۲
غریبی اور مالداری کی حقیقت	۲۳
آج کل لوگ غریبوں کو حقیر سمجھتے ہیں	۲۳
غریبوں کے حقوق کی اہمیت	۲۴
حقیقی راحت بھی غریبوں ہی کو حاصل ہے	۲۵
اللہ تعالیٰ جس کو جس حال میں رکھے اس کے لیے وہی بہتر ہے	۲۶
ایک حدیث پاک کا مفہوم	۲۷
اللہ کی حکمت	۲۷
ایک مزیدار حکایت	۲۸
فقر وفاقہ اور غریبی بھی اللہ کی نعمت ہے	۲۹
غریب نادار شخص کو محض حسن نیت سے صدقہ کا ثواب مل جاتا ہے	۳۰
فقر فاقہ بیماری اور ہر طرح کی مصیبتوں پر اجر وثواب کا وعدہ	۳۰
انبیاء کی حالت	۳۱
حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکایت	۳۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت	۳۳
فقر وفاقہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے	۳۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر وفاقہ اختیاری تھا	۳۴
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر وفاقہ اور غریبی اختیار کرنے کی حکمت	۳۵
حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی حکایت	۳۶
مولانا قاسم نانوتویؒ کا زہد واستغناء	۳۶
شاہ ابوالمعالی کے فاقہ کی حکایت	۳۷
شیخ عبدالقدوس اور ان کی بیوی کا حال	۳۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے مال کی کثرت کو پسند نہیں فرمایا	۳۹

رائے عالی

مفکراسلام حضرت مولانا سیدابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارک اللہ فی حیاتہ وفی افادتہ) جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کررہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوتا جارہا ہے۔

ان خصوصیات اور افادیت کی بنا پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدردانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں۔

اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اور نگرانی، ہمت افزائی اور قدردانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور ان کے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت گاہ میں انجام پارہے ہیں۔ اطال اللہ بقاءہ وعمم نفعہ جزاہ اللہ خیرا۔

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ حسنی
رائے بریلی
۷/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

تقریظ عالی

حضرت اقدس مولانا قاری سیدصدیق احمد صاحبؒ باندوی

ناظم جامعه عربيه هتورا بانده

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلياً و مسلماً!

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے تجدیدی کارناموں کو انہیں کے الفاظ میں جدید اور دلچسپ انداز سے پیش کرنے کا سلسلہ عزیزم مولوی محمد زید سلمہ نائب مفتی نے شروع کیا ہے، چنانچہ اس سلسلہ کی کافی کتابیں اکابر کی تحسین اور اہل قلم کی تائید کے ساتھ منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

یہ کتاب بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے، اللہ پاک قبول فرمائے، اور سب کو استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔

احقر صدیق احمد
خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد!

مالداری اورغریبی کا تقابل

دنیا کی حقیقت

دنیا ہے کیا چیز کھانا پینا، ہگنا، موتنا، بس اتنی ہی تو حقیقت ہے دنیا کی، یہ امیر کو بھی حاصل ہے اور غریب کو بھی، ہاں اگر پانچ روپے والے کی خوراک پانچ چھٹانک ہو اور پانچ ہزار والے کی پانچ ہزار چھٹانک ہوتی تو کہہ سکتے تھے کہ امیر ہونے میں بڑا فائدہ ہے مگر ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوتا، ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ یہ تو پانچ چھٹانک سوکھی کھاتا ہے اور وہ تر۔ بلکہ امیر صاحب تو پانچ چھٹانک کھا بھی نہیں سکتے، وہ تو پانچ تولہ ہی کھائیں گے گھی کی کثرت سے ان کی خوراک نہیں رہتی۔

(خیرالاثاث للاناث ص:۳۶۶)

مال ودولت کامیابی کا معیار نہیں

سب سے پہلے فلاح کی حقیقت سمجھنا چاہئے تو سمجھو کہ فلاح کامیابی کو کہتے ہیں نہ کہ مالیابی کو (یعنی مال پالینے کو) آج کل لوگوں نے مال کی زیادتی کو کامیابی سمجھ لیا ہے

یہ غلط ہے، دیکھئے! قارون کو بہت لوگ صاحب نصیب اور صاحب فلاح کہتے تھے وہ بھی اسی خیال کے لوگ تھے جیسے آج کل بعض لوگوں کا خیال ہے چنانچہ جب وہ اپنے حشم و خدم لے کر ساز وسامان کے ساتھ نکلا ہے تو ان لوگوں کی رال ٹپک پڑی اور کہنے لگے:

”يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِىَ قَارُوْنُ اِنَّهُ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ“ (پ:۲۰)

کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ ساز وسامان ملا ہوتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے تو اس وقت کے جو عقلاء (دیندار) تھے انہوں نے لوگوں کو ان کی غلطی پر تنبیہ کی اور بتلایا کہ کامیابی اور خوش نصیبی مال کی کثرت سے نہیں بلکہ یہ تو اطاعت خداوندی سے حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

”وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقَّاهَا اِلَّا الصَّابِرُوْنَ“. (پ:۲۰، سورۂ قصص)

ترجمہ: (اور جن لوگوں کو دین کی فہم عطا ہوئی تھی وہ ان حریصوں سے کہنے لگے، ارے تمہارا ناس ہو، تم اس دنیا پر کیا للچاتے ہو، اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب اس دنیوی کرّ وفر سے ہزار درجے بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اور وہ ثواب کامل طور پر انہیں لوگوں کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔ (بیان القرآن)

اس سے معلوم ہوگیا کہ مال کی کثرت سے خوش نصیبی اور کامیابی نہیں ہوتی بلکہ دنیا کی کامیابی بھی اطاعت الٰہیہ سے حاصل ہوتی ہے۔

پھر حق تعالیٰ نے ایسی نشانی ظاہر کردی جس سے دنیا داروں کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ واقعی خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں کو دنیوی فلاح بھی حاصل نہیں ہوسکتی گو وہ کیسے ہی مالدار ہوں، بلکہ دنیا میں بھی خوش نصیب اور کامیابی والے دیندار ہی ہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

”فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ

اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ". (پ: ۲۰، سورۂ قصص)

ترجمہ: پھر ہم نے قارون کو اور اس کی محل سرائے کو زمین میں دھنسا دیا سو کوئی جماعت ایسی نہ ہوئی جو اس کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی اور نہ وہ اپنے آپ کو بچا سکا، اور کل جو لوگ اس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ آج اس کو دھنسا دیکھ کر کہنے لگے، بس یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے تنگی۔ اور یہ ہماری غلطی تھی کہ ہم مال کو خوش نصیبی سمجھتے تھے، خوش نصیبی اور بد نصیبی کا مدار اس پر نہیں بلکہ یہ تو محض کسی حکمت کی وجہ سے ہے اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا۔ بس جی کافروں کو فلاح نہیں ہوتی گو چند روز مزے لوٹ لیں مگر انجام پھرنا کامی ہے۔

اس میں حق تعالیٰ نے دنیا داروں کا قول نقل فرمایا ہے کہ آخر انہوں نے بھی اقرار کرلیا کہ کافروں کو فلاح اور کامیابی نہیں ہوتی، اور یقیناً جو قارون کی حالت ہوئی ہے اس کو دیکھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قارون کامیاب تھا؟ ہرگز نہیں، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مالیاب (مال والا) تھا، پس معلوم ہوگیا کہ فلاح کامیابی کا نام ہے، نہ کہ مالیابی کا۔ یہ ضروری نہیں کہ جو شخص مال والا ہو وہ کامیاب بھی ہو، مگر عجیب اندھیر ہے کہ آج کل لوگ مالداری ہی کو کامیابی سمجھتے ہیں۔ (دین و دنیا سبیل النجاح ص: ۶۱۶)

مال و دولت کی بے وفائی

اکثر مالدار لوگ جو روپیہ پیسہ پر فخر کرتے ہیں یہ بھی حقیقت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے کیونکہ ان میں جب علم نہیں تو گویا فخر کی کوئی بات نہیں۔

مال کو تو اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس کا نہ ہونا فخر کا باعث ہوسکتا ہے کیونکہ مال کی حالت سانپ کی سی ہے کہ اس کا ظاہر نہایت دلکش و دلفریب چکنا چمکدار لیکن اس کے باطن مین زہر بھرا ہے، اسی طرح مال اگرچہ ظاہر میں آسائش و آرام کا سبب ہے لیکن اس کا باطن تمام خرابیوں اور مصیبتوں کی جڑ ہے، تو مال پر فخر کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی اس پر فخر کرنے لگے کہ میرے تمام بدن میں سانپ لپٹے ہوئے ہیں، اگر کوئی اس پر فخر کرے تو ظاہر ہے کہ سب لوگ اس کو احمق کہیں گے اسی طرح مال پر فخر کرنے والے کو بھی احمق سمجھنا چاہئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رضينا قسمة الجبّار فينا   لنا علم وللاعداء مال
فإن المال يفنى عن قريب   وأن العلم باق لايزال

یعنی مال تو فنا ہو جائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا۔

صاحبو! مال تو وہ چیز ہے کہ اکثر تو حالت صحت ہی میں جاتا رہتا ہے، ورنہ مرض الموت میں تو اس کا جاتا رہنا بالکل یقینی ہے کیونکہ شریعت مطہرہ کا قانون ہے کہ مرض الموت میں دو تہائی مال سے مالک کا حق جاتا رہتا ہے، اور وارثین کا حق اس سے متعلق ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرض الموت میں وصیت کرے یا اپنا مال کسی کو ہبہ کرنا چاہے تو وہ ایک تہائی میں جاری ہوتا ہے..........اور اگر یہ وصیت نہ کرے تو یہ تہائی مال بھی وارثوں ہی کو مل جاتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مال جس کو ہم اپنا سمجھ رہے ہیں حقیقت میں ہمارا نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات ایسوں کو پہنچ جاتا ہے کہ جن کو دینا گوارہ بھی نہیں ہوتا نیز اس تہائی پر بھی جو کچھ اختیار رہتا ہے وہ مرنے سے پہلے تک رہتا ہے اور مرنے کے بعد تو کچھ بھی اختیار نہیں رہتا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ (یہ مال) بہت جلد جدا ہونے والا ہے حتی کہ قبر تک بھی ساتھ نہیں دیتا کیونکہ قبر میں صرف ایک کفن ساتھ جاتا ہے مگر کفن سے مردہ کو کیا فائدہ، غرض نہ قبر میں گیا نہ حشر میں، اس لیے کہ وہاں یہ حالت ہوگی کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن

فرمائیں گے کہ تم ہمارے پاس بالکل تنہا آئے ہو کہ کوئی چیز بھی تمہارے ساتھ نہیں، بالکل ایسے آئے ہو جیسے ہم نے تم کو پیدا کیا تھا، ہاں اگر زندگی میں کچھ فی سبیل اللہ (اللہ کے راستہ میں) دے دیا ہے تو وہ جائے گا، لیکن اس کا جانا مال ہونے پر موقوف نہیں، کیونکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے خود مال تو جاتا نہیں بلکہ اس کا ثواب جاتا ہے اور ثواب مال پر موقوف نہیں بلکہ اس کا مدار نیت پر ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص لاکھوں روپیہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور نیت درست نہ ہو تو اس کو کچھ بھی ثواب نہ ملے گا، اور اگر ایک پیسہ بھی پاس نہ ہو اور یہ نیت ہو کہ خدا تعالیٰ ہم کو مال دیں تو ہم خوب نیک کاموں میں خرچ کریں تو ثواب پورا مل جائے گا۔ (آداب انسانیت ص:۹۳)

بغیر دین کے دنیادار کامیابی نہیں حاصل کرسکتا

اگر کوئی دنیا دار ایسا ہو کہ اس کو خدا تعالیٰ نے دین و دنیا کی دونوں دولتیں دی ہوں جیسے بعض اللہ والے سلطان وقت ہوئے ہیں تو وہ اپنے وقت کا سلیمان ہے۔ اس کو دینداروں سے استغناء ہوسکتا ہے، مگر اس کو بھی یہ استغناء دین کی بدولت ہوا۔ صرف دنیا کے ساتھ اس کو کبھی اہل دین سے استغناء نہیں ہوسکتا تھا۔ اور گفتگو اسی میں ہے کہ اگر کسی کے پاس صرف ایک ہی دولت ہو تو دونوں میں کون سی حالت اچھی ہے تو میں اس کو بتلا رہا ہوں کہ اہل دین تو بغیر مال کے کامیاب ہیں اور اہل دنیا بغیر دین کے کامیاب نہیں ہوسکتے، بلکہ پریشان رہیں گے۔ تو اب ثابت ہوگیا کہ بغیر دین اختیار کئے ہوئے دنیا کی راحت بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ (سبیل النجاح ص:۶۲۵)

مال و دولت خود مقصود نہیں اصل مقصود راحت و سکون ہے

مال خود مقصود نہیں بلکہ یہ تو مقصود کا وسیلہ (اور ذریعہ) ہے مال تو ایسا ہے جیسے بادام کا خول (چھلکا) اور مقصود ایسا ہے جیسے بادام کا مغز، تو بڑا نادان (بے وقوف) ہے

وہ شخص جو چھلکے کو مقصود سمجھے اور انہیں کو جمع کرنے میں ساری عمر گنوادے، اس کے دماغ کو بادام سے خاک بھی قوت حاصل نہ ہوگی اور یقیناً وہ مقصود سے ناکام رہے گا، اور جو شخص مغز کو سمجھے اور اسی کو جمع کرے گو اس کے پاس چھلکا ایک بھی نہ ہو وہ تو کامیاب ہے اس کے دماغ میں بے شک قوت پہنچے گی۔

اب سمجھو کہ اصل مقصود کیا ہے؟ سب جانتے ہیں کہ مال و دولت آرام و راحت کے لیے جمع کیا جاتا ہے، پس راحت و آرام اصل چیز ہے اور یہی مغز ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر کسی کو بغیر مال دولت کے آرام و چین حاصل ہو تو وہ کامیاب ہوگا یا نہیں؟ یقیناً وہ کامیاب ہے۔ اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے کسی کے پاس بادام گریاں (مغز) موجود ہوں گو چھلکے نہ ہوں۔

اور اگر کسی کو باوجود مال کی زیادتی کے آرام اور چین نصیب نہ ہو تو بتلایئے وہ ناکام ہے یا نہیں؟ یقیناً وہ ناکام ہے۔ اور بے چینی کے ساتھ اس کے پاس مال کا جمع ہونا ایسا ہے جیسے کسی کے پاس خالی بادام کے چھلکے جمع ہوں جن میں مغز کا نام نہ ہو۔

میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ خدا کی اطاعت گذار بندہ کے برابر دنیا کا آرام وچین کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اس کو تو وہ راحت ہے جو کسی بادشاہ کو بھی نہیں، مجھے آپ کوئی دیندار دنیوی آرام سے محروم دکھادیجئے اور میں دنیا دار ہزاروں آرام سے محروم بتلاتا ہوں جو ہر وقت سیکڑوں تشویشات اور ہزاروں فکر میں مبتلا ہیں۔

(سبیل النجاح دین و دنیا ص:۶۱۷)

مسلمانوں کی کوتاہ نظری

مسلمانوں کو دوسری قوموں کو دیکھ کر رال نہ ٹپکانا چاہئے (کیونکہ ان کے متعلق فرمایا گیا ہے) ’’اُولٰئِکَ عُجِّلَتْ لَھُمْ طَیِّبَاتُھُمْ فِی حَیٰوتِھِمُ الدُّنْیَا ‘‘ ان کو

سب راحت یہیں دے دی گئی، اور مسلمانوں کے واسطے راحت جنت میں ہے۔

بس مسلمانوں کو اتنی دنیا حاصل کرنا چاہئے کہ پیٹ بھر کے روٹی مل جائے اور ستر عورت کے لیے کپڑا، اور رہنے کے لیے مختصر مکان اور اتنا الحمدللہ! اکثر مسلمانوں کو حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو صحابہ کو اتنا بھی سامان میسر نہ تھا، ہم لوگ تو اس زمانہ کے اعتبار سے آج کل بادشاہ ہیں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ بدن میں صحت ہو اور نفس میں بے فکری اور ایک دن کا کھانا اس کے پاس ہو تو اس کو تمام دنیا مل گئی، جب صحت و اطمینان کے ساتھ ایک دن کا کھانا گھر میں موجود ہو تو یوں سمجھو کہ تمام دنیا گھر میں آ گئی۔

(مظاہر الاموال، حقیقت مال وجاہ ص:۵۹۲)

دوسری قوموں کی عیش وعشرت کی حالت دیکھ کر غلط تمنا کرنا

دوسری قوموں کی عیش وعشرت کے سامان کو دیکھ کر مسلمانوں کی رال ٹپکتی ہے، مگر یہ نہیں جانتے کہ بھلائی اور سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو دنیا زیادہ نہ ملے اگر ہم کو زیادہ مال دیا جاتا تو رات دن دنیا ہی کی فکر میں رہتے، آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے۔

حضرات صحابہ کرام سے بڑھ کر کون نیک نیت ہوگا مگر حدیث شریف میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ سے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی، جب کہ میرے بعد سلطنتیں اور شہر فتح ہوں گے اور تمہارے پاس زیادتی کے ساتھ مال و سامان اور غلام و نوکر ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس وقت ہم اللہ کی عبادت کے لیے فارغ ہو جائیں گے۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تمہاری یہ حالت اچھی ہے جو آج کل ہے، جب حضور نے صحابہ کے لیے زیادہ مال پسند نہیں کیا حالانکہ ان حضرات نے واقعی زیادہ

سامان ہونے پر عبادت میں پہلے سے زیادہ ترقی کی ہے اور دنیا میں نہیں گھسے تو اوروں کے لیے کب پسند فرمائیں گے۔

اس لیے مسلمانوں کو دوسری قوموں کا حال دیکھ کر رال نہ ٹپکانا چاہئے، یہ لوگ تو وہی لوگ ہیں جن کو ان کی نعمتیں دنیاوی زندگی ہی میں دے دی گئی ہیں۔ اور آخرت میں تو کافروں کے لیے عذاب ہی ہے۔

(مظاہر الاحوال ص:۱۸۰، ارشادات حکیم الامت ص:۴۶۷)

مال دولت والوں کو بھی راحت سکون حاصل نہیں

وَمَنْ اَعْـرَضَ عَـنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا الآیۃ۔ یعنی جس نے میری یاد سے منھ موڑا اس کو رزق کی تنگی ملتی ہے، اور قیامت کے روز اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ مشاہدہ ہے کہ دنیا داروں کی یہاں بھی زندگی تنگ ہی ہے۔ مال دولت ان کے پاس سب کچھ ہے مگر اطمینان وراحت جس کا نام ہے وہ میسر نہیں بعض اوقات تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ موت کی تمنا کرتے ہیں۔

حقیقی راحت کا نسخہ

بخدا مال سے وہ راحت نہیں جو اعمال سے ہے اسی کو فرماتے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً: یعنی ہم نیک کام کرنے والوں کو جو مؤمن ہیں، دنیا میں بھی پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے یعنی ایسی زندگی جس میں راحت ہی راحت ہوگی، یعنی دل کو سکون واطمینان ہوگا۔

(خیر المال، تجدید معاشیات ص:۲۸۹)

کامیابی کی حقیقت وصورت

بہت سے مالدار ناکام اور غریب کامیاب ہیں

صاحبو ! روپیہ مل جانا مالدار ہو جانا، رزق خوب ملنا، ہر شیٔ کا مرضی کے موافق مل جانا لوگ اس کو کامیابی کہتے ہیں، یاد رکھو یہ کامیابی کی صرف صورت ہے کامیابی کی حقیقت نہیں چنانچہ میں ایک مثال عرض کرتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ چیزیں حقیقت میں کامیابی نہیں ہیں۔

دو شخص فرض کئے جائیں ایک شخص تو ایسا ہے کہ لاکھوں روپیہ کا مالک ہے، جائیداد ہے نوکر چاکر ہیں، غرض دنیا کے سب ساز و سامان اس کو میسر ہیں، لیکن اس پر فوجداری کا ایک مقدمہ قائم ہو گیا اور اس میں اس کو پھانسی کا حکم ہو گیا، اور ایک دوسرا شخص ہے جو اسی کے پڑوس میں رہتا ہے جس کی اوقات یہ ہے کہ ۸ (روپئے) کا مزدور ہے، مزدوری کر کے گزر کرتا ہے، مزدوری کی اور کھا پی کر اپنے بیوی بچوں میں سو رہا، اور یہ مالدار آدمی ہمیشہ اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، اگر آج اس مالدار سے کہا جائے کہ تم کو ایک صورت سے چھٹکارہ مل سکتا ہے وہ یہ کہ تم اپنا سارا سامان اس شخص کو دے دو، اور تمہارے بدلے وہ (غریب مزدور) اس جرم کا اقرار کر لے گا اور اس کو پھانسی ہو جائے گی، اور تم بچ جاؤ گے مگر اس کے بعد ناداری (غربت) سے تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی جیسے اس شخص کی ہے تو وہ مالدار آدمی یقیناً یہی کہے گا کہ اس سامان کی کیا حقیقت ہے اگر اس سے دوگنا بھی میرے پاس ہو اور وہ دے کر میری جان بچے، تو میں راضی ہوں، اور اگر اس غریب مزدور سے کہا جائے کہ تم کو اتنا روپیہ اور سامان ملے گا لیکن تمہاری جان لی جائے گی، وہ کہے گا جب میری جان ہی چلی گئی تو میں اس سامان کو لے کر کیا کروں گا۔

سو صاحبو! اگر یہ روپیہ اور جائداد، مکانات کامیابی اور اصل مقصود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آج ان کو وہ شخص کامیابی کیوں نہیں سمجھتا اور ان کے دینے پر کیوں راضی ہے، اور وہ غریب آدمی کیوں ان کے لینے پر راضی نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب چیزیں کامیابی کی صورتیں ہیں، کامیابی کی حقیقت کچھ اور ہی ہے وہ کیا ہے؟ قلب کی راحت (دل کا سکون) چونکہ مال سے راحت ہوتی ہے اس لیے وہ مقصود ہے بذات خود مقصود نہیں، ورنہ ہر حالت میں مقصود ہوتا، چنانچہ اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ جو کچھ ہم نے گمان کیا تھا واقع میں غلطی تھی، پس بڑی چیز اور اصل مقصود قلب کی راحت (دل کا سکون) ہے اسی واسطے وہ مال دار دو لاکھ روپیہ دینے پر دل سے راضی ہو گیا اور وہ غریب مزدور ان پر تھوکتا بھی نہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ راحت اور حقیقی سکون جو کامیابی کی حقیقت ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔

(وعظ الاستغفار ملحقہ راہ نجات ۲۳/۳۷)

دنیاداروں کو چین وسکون نصیب نہیں

حقیقت میں دنیاداروں میں کوئی بھی آرام سے نہیں ہے اندرونی حالت سب کی پریشان ہے، اس واسطے کہ دنیا کی حالت یہ ہے کہ ایک آرزو ختم نہیں ہوتی کہ دوسری شروع ہو جاتی ہے، اس کی کسی حد پر بس نہیں ہوتی، کسی دنیادار سے نہیں سنا کہ اس نے کسی حد پر پہنچ کر یہ کہا ہو کہ اب مجھے ضرورت نہیں، اس کی ہوس کی کوئی حد نہیں ہوتی، اور تقدیر یعنی اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا حاصل نہیں، ہر کام میں یوں چاہتا ہے کہ یہ بھی ہو جائے اور وہ بھی ہو جائے، اور سب امیدوں کا پورا ہونا دشوار ہے اس لیے اس کا نتیجہ پریشانی ہی پریشانی ہے گو ظاہر میں مال اولاد سب کچھ ہے مگر اس حالت میں وہ عذاب کا ذریعہ ہیں، اسی کو فرماتے ہیں۔

وَلَا تُعۡجِبۡکَ اَمۡوَالُهُمۡ وَاَوۡلَادُهُمۡ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِيۡ الدُّنۡيَا ۔ (ترجمہ: اوران کے اموال اوراولاد آپ کوتعجب میں نہ ڈالیں اللہ کوصرف یہ منظور ہے کہ ان مذکورہ چیزوں کی وجہ سے دنیا میں بھی ان کوعذاب میں گرفتار رکھے)۔

حق تعالیٰ نے مال ودولت کواس جگہ عذاب کا ذریعہ فرمایا ہے اورواقعی غور کر کے دیکھا جائے تو مال واولاد کی کثرت کے ساتھ پریشانیاں اورفکریں بھی زیادہ ہوجاتی ہیں، اوریہی تکلیف وپریشانی کی حقیقت ہے جس میں مالدار زیادہ مبتلا ہیں .... سامانِ دنیا ایسی چیز ہے کہ جس قدر بڑھتا ہے اسی قدر غم وفکر کا ہجوم ہوجاتا ہے، اور وجہ اس کی یہی ہے کہ واقعات تو اختیار میں ہوتے نہیں اور ہوس (لالچ) زیادہ ہوتی ہے اس واسطے اس کی زندگی ہمیشہ مصیبت میں گذرتی ہے برخلاف اس شخص کے جس کے پاس دین ہواس کوخدا تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اوروہ اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ پرراضی رہتا ہے، طبعی رنج ہوتو یہ دوسری بات ہے، یہ مذموم نہیں۔ یہ توانبیاء علیہم السلام کوبھی ہوا ہے، البتہ اگردین کے ساتھ دنیا ہوگی تو وہ دنیا بھی مزے دار ہوگی، بلکہ اگرصرف دین ہو دنیا نہ ہوتب بھی مزے دار ہے۔ (دین ودنیا، طریق النجاۃ، سبیل النجاۃ)

ایک عبرت آمیز حکایت

میرے استاذ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص نے یہ دعا کی کہ مجھے خضر علیہ السلام مل جائیں چنانچہ خضر علیہ السلام اس کومل گئے، اس نے کہا کہ حضرت یہ دعا کردیجئے کہ خدا تعالیٰ مجھ کواس قدر دنیا دے دیں کہ میں بالکل بے فکر ہوجاؤں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ بے فکری اور راحت دنیا دار میں نہیں ہوسکتی۔ اس نے پھر اصرار کیا انہوں نے فرمایا کہ اچھا تم کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو جوتمہارے نزدیک بالکل بےفکراورنہایت آرام سے ہو، میں یہ دعا کروں گا کہ تو بھی اس جیسا ہوجائے، اورتین دن کی اس کومہلت دی، آخراس نے لوگوں کی حالت کودیکھنا شروع کیا جس کودیکھا کسی نہ کسی تکلیف یاشکایت اور پریشانی میں مبتلا پایا، بہت ہی تلاش کے بعد اس کی ایک جوہری پرنظر پڑی جس کے پاس حشم خدم (یعنی خادم نوکر چاکر) بھی بہت تھے صاحب اولاد بھی تھا، اور اس کو بظاہر کوئی فکر نہ معلوم ہوتی تھی، اس کوخیال ہوا کہ اس جیسا ہونے کی دعا کراؤں گا لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ہوا کہ ایسا نہ ہوکہ یہ بھی کسی بلا میں مبتلا ہواور میں بھی دعاء کی وجہ سے اسی میں مبتلا ہوجاؤں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ پہلے اس سے اس کی اندرونی حالت دریافت کرلوں چنانچہ اس جوہری کے پاس گیا، اوراپنا پورا ماجرہ اس کوسنایا۔

جوہری نے ایک آہ کھینچی اور کہا کہ خدا کے لیے مجھ جیسا ہونے کی دعا ہرگز نہ کرانا میں تو ایک ایسی مصیبت میں گرفتار ہوں کہ خدا نہ کرے کوئی اس میں گرفتار ہو، واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میری بیوی بیمار ہوئی اور بالکل مرنے کے قریب ہوگئی، میں اس کومرتے دیکھ کر رونے لگا، اس نے کہا کہ تم کیوں روتے ہو؟ میں مرجاؤں گی تم دوسری کرلوگے، میں نے کہا کہ نہیں، میں اب ہرگز نکاح نہ کروں گا، کہنے لگی سب کہا ہی کرتے ہیں .... میں چونکہ اس کی محبت میں مغلوب تھا اور اس وقت اس کے مرنے کا نہایت سخت رنج دل پر تھا، میں نے اس کے کہنے پر اپنا اندام نہانی (مخصوص عضو) فوراً کاٹ ڈالا، اوراس سے کہا کہ اب تو تجھ کو بالکل اطمینان ہوگیا۔ اتفاق سے وہ اپنے مرض سے جانبر ہوگئی، اب چونکہ میں بالکل بیکار ہوچکا تھا، اس لیے اس نے میرے نوکروں سے ساز باز کرلیا یہ جس قدر اولاد تم دیکھتے ہو سب میرے نوکروں کی عنایت ہے، میں اپنی آنکھوں سے اس حرکت کودیکھتا ہوں لیکن اپنی بدنامی کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس واسطے تم مجھ جیسے ہونے کی دعا ہرگز نہ کرانا، آخراس شخص کو یقین ہوگیا کہ دنیا میں کوئی آرام سے نہیں، جب تیسرے دن خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ کہو کیا رائے ہے؟ اس نے کہا حضرت یہ دعا کردیجئے کہ خدا تعالیٰ مجھے اپنی محبت اور کامل دین عطا فرمائے چنانچہ آپ نے دعا فرمادی اور وہ کامل دیندار ہوگیا۔ (دین ودنیا، طریق النجاۃ ص: ۶۷۰)

غریبوں کے مقابلہ میں مالدار زیادہ پریشان نظر آتے ہیں

فرمایا میں نے جہاں تک غور کیا یہی دیکھا کہ دنیا میں مالدار اور زیادہ مال والے زیادہ پریشانی میں ہیں، ہر وقت کسی نہ کسی فکر میں کسی ادھیڑ بُن میں لگے ہوئے ہیں، حتی کہ بعض لوگ کوشش بھی کرتے ہیں کہ ہمیں اس مصیبت سے نجات مل جائے لیکن ان کو نجات میسر نہیں ہوتی۔

آپ کسی دیندار کے پاس بیماری کی حالت میں جا کر دیکھئے جو نادار (غریب) بھی ہو، بخدا آپ ان کو پریشان نہ پائیں گے، اس کے بعد آپ کسی رئیس مالدار کے پاس جا کر دیکھئے تو وہ بیماری میں سخت پریشان ہوگا گو ظاہر میں اس کے خدمت گار اور تیماردار بہت ہوں گے مگر وہ راحت میں نہ ہوگا، نہایت بے چین ہوگا اور ایسا بھی کم ہوتا ہے کہ مالداروں کو بیماری میں تیماردار اور خدمت گار خیراہ نصیب ہو جائیں زیادہ تر تو یہی دیکھا ہے کہ بیماری میں جسمانی راحت بھی دینداروں کو مالداروں سے زیادہ نصیب ہوتی ہے ہم نے دیکھا ہے کہ بعض بزرگ (اور علماء) بیمار ہوتے ہیں تو ان کو دل سے خدمت کرنے والے جاں نثار خادم بہت مل جاتے ہیں، اور مالداروں کو ایک بھی میسر نہیں ہوتا، ان کے خدمت گار محض اوپری دل سے خدمت کرتے ہیں پھر اگر کوئی بزرگ بیمار ہوتا ہے تو ہر مرید اور ہر عالم ان کے لیے دل سے صحت کی دعا کرتا ہے امیروں کے لیے ایک بھی دل سے دعا نہیں کرتا، چنانچہ ایک مالدار صاحب بیمار ہوئے اور حکیموں نے نسخے لکھے تو ان کے ورثا نسخوں کو چھپاتے پھرتے تھے کہ یہ دوائیں استعمال کر کے اگر جی گیا تو سارا مال اور ریاست کا کام اسی کے قبضہ میں رہے گا، یہ تو مال داروں کی حالت ہے......اور چرتھاول میں ایک مزدور کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ بیمار ہوا تو اس کے سب بچے اور گھر والے وظیفے پڑھ پڑھ کر دعا کرتے تھے اور یہ چاہتے

تھے کہ خدا کرے یہ نہ مرے اور کسی طرح اچھا ہی ہو جائے۔

بتلایئے اس پر بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ فلاح و کامیابی مال کی زیادتی سے ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ دنیوی کامیابی بھی دین ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

(سبیل النجاح ملحقہ دین و دنیا ص:۶۲۴)

غرض اصل مقصود راحت و آسائش ہے اور وہ دنیا میں بھی دینداروں ہی کو حاصل ہے کیونکہ روحانی راحت دنیا میں ان کے سوا کسی کو نہیں بلکہ جسمانی راحت بھی انہیں کو حاصل ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بیماری اور حوادث میں ان کو روحانی اطمینان کے ساتھ جسمانی اطمینان بھی حاصل ہوتا ہے وہ مصیبت کے وقت نہایت استقلال اور سکون کے ساتھ رہتے ہیں اور دنیاداروں کو ایسے وقت میں روحانی اطمینان تو ہوتا ہی نہیں جسمانی راحت بھی نہیں ہوتی ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں اور باتوں سے گھبراہٹ اور بے صبری نمایاں ہوتی ہے۔ (سبیل النجاح)

مالدار زیادہ پریشان اور قابل رحم ہیں

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھ کو امیروں پر غریبوں سے زیادہ رحم آتا ہے کیونکہ غریبوں کو اتنی فکریں نہیں ہوتیں جتنی مالداروں کو ہوتی ہیں۔

ہمارے اکثر بھائی چندوں میں امیروں کی گردنیں دباتے ہیں اور ان سے زیادہ وصول کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ظاہر میں وہ غریبوں سے زیادہ مالدار ہیں، مگر مجھے ان پر رحم آتا ہے کیونکہ جیسے مال ان کے پاس زیادہ ہے ویسے ہی ان کی فکریں الجھنیں بھی زیادہ ہیں، اور خرچ بھی بہت ہیں، مثلاً کسی کی آمدنی پانچ سو روپئے مہینہ کی ہے تو اس کے اخراجات سات سو روپئے مہینہ کے ہیں اور خرچ کا آمدنی سے زیادہ ہونا ہی کلفت اور پریشانی کی جڑ ہے۔

اور جو لوگ غریب ہیں ان کی آمدنی اور خرچ عموماً برابر ہے جتنا کما لیا وہی کھا لیا پہن لیا، بلکہ اس میں بھی بعض دفعہ کچھ بچا لیتے ہیں اس لیے غریب آدمی دس پیسوں میں سے ایک پیسہ بآسانی دے سکتا ہے، اور امیر آدمی ایک ہزار میں سے بھی ایک روپیہ نہیں دے سکتا، کیونکہ وہ ہزار سے زیادہ کا مقروض ہے، وہ اگر ایک روپیہ دے گا تو اس سے بھی قرض میں کچھ اضافہ ہوگا، جو اس راز سمجھے گا وہ امیروں پر غریبوں سے زیادہ رحم کرے گا، مگر لوگ ان کے ظاہری سامان کو دیکھ کر ان ہی کی گردن دباتے ہیں تو ان بیچاروں کو زیادہ نہ ستانا چاہئے۔ (سبیل النجاح ملحقہ دین و دنیا ص: ٦١٨)

مالداروں کی پریشانی کی وجہ

مجھے مالداروں پر بہت رحم آتا ہے کیونکہ ان کے خرچ ایسے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کی آمدنی ان کے لیے کافی نہیں ہوتی، پھر ان پر یہ مصیبت ہے کہ دعوت بھی کریں گے تو ایسی کہ بغیر قرض لیے نہ ہو سکے بھلا گھر کا معمولی کھانا کس طرح کھلا دیں، جب تک کہ دسترخوان پر رنگ برنگ کے کھانے نہ ہوں دعوت ہی نہیں کرتے حالانکہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ مختلف رنگ کے کھانوں سے سادہ کھانا زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔

(احکام المال التبلیغ ١٥/١٢١)

مالدار اس وجہ سے بھی زیادہ پریشان ہوتے ہیں کہ مالداروں کے تعلقات بھی وسیع ہوتے ہیں غریبوں کے تعلقات اتنے وسیع نہیں ہوتے، غریب آدمی کو بہت سے بہت اپنے گھر کا فکر ہے اور بال بچوں کا یا دو چار جانوروں کا، اور مالداروں کو گھر کا الگ فکر، احباب یار دوست اور حکام کی خاطر مدارات کی علیحدہ فکر، پھر جائداد اور زمین کا بھی خیال ہے کوئی بیمار ہو جائے تو ڈاکٹر کو بلانے کا بھی اہتمام کرنا پڑتا ہے، اور غریب اول تو بیمار کم ہوتے ہیں اور جو ہوئے بھی تو ویسے ہی دو چار دن میں پھر پھرا کر اچھے ہو جاتے ہیں، غرض مالداروں کے ساتھ تعلقات بہت لگے ہوتے ہیں اور جتنے تعلقات زیادہ ہوتے ہیں اتنی ہی زیادہ پریشانی ہوتی ہے۔ (سبیل النجاح ص: ١٦٨)

مال داروں کی پریشانی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ مشہور ہو جاتے ہیں اور سب لوگ اہل شہرت ہی کے پیچھے لگتے ہیں کوئی ان پر اعتراض کرتا ہے، کوئی طعن کرتا ہے کوئی حسد کرتا ہے اور گمنام آدمی ان بلاؤں سے محفوظ ہے۔

جو لوگ دنیوی وجاہت رکھتے ہیں وہ دنیا کے قصوں میں بہت پھنسائے جاتے ہیں، آج حکام کی خوشامد ہے کل فوج کی بھرتی کا انتظام ان کے سپرد ہے، اور اگر کہیں بدامنی ہو جائے تو سب سے پہلے ان کی خبر لی جاتی ہے، غریبوں کو کون پوچھتا ہے اس لیے غریبوں کی زندگی نہایت بےفکر زندگی ہے۔

(السوال فی الشوال ص: ١٩٢، سنت ابراہیم)

مالداری کے بعد غربت بڑی مصیبت ہے

جو شخص تنعم (عیش و عشرت) میں رہا ہو پھر اس کی حالت ابتر ہو جائے (یعنی مفلس ہو جائے) ایسے شخص کو بڑی مشکل ہوتی ہے مقاصد حسنہ میں ایک حدیث لکھی ہے:

ارحموا ثلثة عزیز قوم ذل، امیر قوم افتقر، وعالم یلعب به الجهال.

یعنی تین آدمی رحم کے قابل ہیں ایک کسی قوم کا معزز آدمی جو ذلیل ہو جائے، دوسرے کسی قوم کا امیر جو فقیر ہو جائے، تیسرے وہ عالم جس کے ساتھ جاہل لوگ تمسخر کریں۔

امیری کے بعد جو مسکنت (غربت) ہوتی ہے وہ سخت تکلیف کا باعث ہوتی ہے یہ سب فضول خرچی کا نتیجہ ہے۔ (وعظ العزت ملحقہ دعوات عبدیت ١٩/٥٦)

تجربہ سے معلوم ہوا کہ اصلی مفلس (یعنی غریب) کو غربت سے اتنی پریشانی نہیں ہوتی جتنی اس غریب کو ہوتی ہے جو مالداری کے بعد ہو، کیونکہ وہ پہلے سے اس کا

عادی ہو چکا ہوتا ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ تین آدمیوں پر رحم کرو، اوران میں اس شخص کو بھی شمار کیا گیا جو کسی قوم میں مالدار تھا، بعد میں فقیر ہو گیا۔ (اصلاح انقلاب ۱۷۶/۶)

غریبی اور مالداری کی حقیقت

اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اصطلاح لی جائے تو اس زمانہ میں کوئی بھی غریب نہیں، کسی شخص نے ایک صحابی سے اپنے فقر وفاقہ اور غریبی کی شکایت کی تو انہوں نے پوچھا کہ تمہارے رہنے کے لیے گھر بھی ہے؟ اور بیوی بھی ہے؟ عرض کیا گھر بھی ہے اور بیوی بھی ہے، فرمایا پھر تم غریب کہاں سے ہوئے تم تو امیر ہو، انہوں نے عرض کیا کہ ایک غلام بھی ہے، فرمایا کہ پھر تو تم بادشاہ ہو۔

ان ارشادات کے سننے کے بعد وہاں یہ نہیں تھا جیسے ہم لوگوں کی حالت ہے کہ حدیث وقرآن سب پڑھتے ہیں مگر کچھ اثر نہیں، چنانچہ یہ سب سن لیا مگر پھر بھی اپنے کو غریب ہی سمجھ رہے ہیں، وہاں تو یہ حالت کہ جو کچھ سن لیا پتھر کی لکیر ہو گیا، چنانچہ امیر کی یہ حقیقت انہوں نے سن لی تو بس پتھر کی لکیر ہو گئی۔

الغرض روایت مذکورہ سے امیر کی حقیقت سن کر اپنے کو امیر ہی سمجھنا چاہئے، غرض اس زمانہ میں کوئی غریب نہیں، اس لیے وہ بھی ظلم کر سکتے ہیں بلکہ بعض اوقات جن کو غرباء کہا جاتا ہے، ان کا دماغ امراء سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

(وعظ الظلم، ارشادات حکیم الامت ص: ۴۰۴)

آج کل لوگ غریبوں کو حقیر سمجھتے ہیں

اللہ بچائے، (غربت اور) مفلسی بھی عجیب چیز ہے، جو سب کچھ کرا لیتی ہے۔

(التبلیغ خبر الارشاد ۲۴/۱۴)

آج کل غریب ہونا بھی ایک جرم سمجھا جاتا ہے، کسی امیر کی ریح بھی خارج

ہو جائے تو تبارک وسلامت (ماشاء اللہ) ہوتی ہے کہ صحت ہوئی، (ہاضمہ درست ہوا) اور غریب کی ریح خارج ہو تو کہا جاتا ہے کہ دماغ سڑا دیا۔

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ غریبوں کی روح کی بھی وہ قیمت نہیں جو امیروں کی ریح کی ہے۔ چنانچہ غریب کے مرنے کا لوگوں کو اتنا رنج نہیں ہوتا جتنا کسی امیر کی ریح بند ہو جانے کا ہوتا ہے، کسی شہر میں ایک بیگم صاحبہ نے اپنے محلّہ میں کسی کے رونے اور چلانے کی آواز سنی تو ماما (نوکرانی) سے کہا دیکھنا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ محلّہ میں فلاں غریب آدمی مر گیا ہے، اس کی بیوی بچے رو رہے ہیں، تو بیگم صاحبہ کہتی ہیں اوئی میں تو یہ سمجھی تھی کہ کوئی آدمی بیمار ہو گیا ہے یعنی کوئی رئیس، گویا ان کے نزدیک وہ غریب آدمی ہی نہ تھا، غریب لوگ تو ان کے گدھے ہی ہیں، بلکہ دیکھا جاتا ہے کہ مالدار کے بیمار ہونے سے بھی رنج ظاہر کیا جاتا ہے اور غریبوں کے مرنے کی بھی پرواہ نہیں، امیروں کو زکام ہو جائے تو سو آدمی ان کی عیادت کو آتے ہیں اور کوئی غریب مر جائے تو اس کی بیوی بچوں کی تعزیت کو بھی کوئی نہیں جاتا، مگر شاذ ونادر۔ (التبلیغ خیر الارشاد ۲۴/۱۴)

غریبوں کے حقوق کی اہمیت

بعض لوگ تھوڑے سے غریبوں کی ہمدردی کرتے بھی ہیں تو صرف مسلمانوں کی اور اگر مسلمان نہ ہو بلکہ ہندو ہو جیسے چمار، بھنگی تو اس کے حقوق تو سمجھتے ہی نہیں، وہ تو گویا جانور ہیں، جو چاہا انہیں کہہ لیا اور جس طرح چاہا مار پیٹ لیا۔

صاحبو! اس وقت کیا ہوگا جب کہ یہ ثابت ہو جائے کہ جانوروں کے بھی حقوق ہیں، شریعت اسلامیہ میں جانوروں کے بھی حقوق ہیں، تو ان انسانوں کے حقوق کیوں نہ ہوں گے، جن کو آپ جانور سمجھتے ہیں۔

خوب سمجھ لیجئے! غریب اگر کافر بھی ہو اس کے بعد بھی کچھ حقوق ہیں، اسی طرح

مسلمان اگر کوئی فاسق فاجر ہو تو اس کے بھی حقوق ہیں، گناہ کرنے سے یا کفر کرنے سے وہ وقف نہیں ہو گیا کہ آپ جو چاہیں اس کے ساتھ معاملہ کریں، (کسی غریب کو بھی حقیر ذلیل کرنا یا سمجھنا جائز نہیں)۔ (التبلیغ خیر الارشاد ۲۵/۱۴)

حقیقی راحت بھی غریبوں ہی کو حاصل ہے

غریبوں میں ایک اور خصوصیت ہے کہ دنیا جس کا نام ہے وہ بھی ان غریبوں ہی کو حاصل ہے، یعنی راحت کیونکہ وہ دن کو کام کرتے ہیں اور کام بھی وہ کرتے ہیں جس کی ضرورت ہے، اور رات کو بے فکری سے پاؤں پھیلا کر سوتے ہیں، وقت پر کھاتے ہیں، محنت و مشقت سے ہضم بھی خوب ہوتا ہے، غذا بدن کو لگتی ہے۔

اکثر غریبوں کو وہ دولت نصیب ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مَنْ اَصْبَحَ آمِناً الخ۔

یعنی جو شخص صبح کو اس حال میں اٹھا کہ اسے کسی شخص کا خوف نہ ہو، مثلاً مقدمہ وغیرہ کا، کسی دشمن کا، بدن میں مرض اور دکھن نہ ہو، اور اس کے پاس ایک دن کا کھانا ہو تو گویا اس کے لیے ساری دنیا اکٹھی ہو گئی اور اگر ذرا سوچا جائے کہ اگر کسی کو ساری دنیا مل جائے تو کیا ایک روز میں کھا پی کر خرچ کر لے گا؟ ہر گز نہیں خرچ بھی تو مقدار ہی کے موافق ہو گا، سو اتنی دنیا غریب کے پاس بھی ہے، اور اگر کسی غریب کے پاس دنیا اس سے بھی کم ہو مگر آخرت کا سامان پورا ہو تو سب کچھ ہے اور کسی مالدار کے پاس دنیا میں سب کچھ ہو اور آخرت کے لیے کچھ نہ ہو، تو کچھ بھی نہیں۔

ایک مثال سے یہ بات خوب سمجھ میں آ جائے گی، مثلاً ایک شخص ریل میں دلی جانے کے ارادہ سے سوار ہوا، راستہ میں کسی اسٹیشن پر اترا وہاں دیکھا کہ قسم قسم کی چیزیں بک رہی ہیں وہ بندۂ خدا دل کھول کر چیزیں خریدنے لگا اور ان کے کھانے میں ایسا مشغول ہوا کہ ریل چل دی اور وہ وہیں رہ گیا۔ مقصود سے جاتا رہا، تو ایسے مزے اڑانے کو مزہ نہیں کہتے، عقلمند یہی کہے گا کہ جب مقصود ہی سے رہ گیا تو ایسے مزے پر خاک۔ اور ایک شخص وہ ہے جس نے یہ مزے نہیں اڑائے اور دلی پہنچ گیا۔

حقیقت میں پہلے شخص نے سراسر اپنا نقصان کیا اور دوسرے شخص کا سوائے اس کے کچھ بھی نقصان نہیں ہوا کہ تھوڑی دیر کے لیے لذت سے محروم رہا، مگر منزل مقصود تک پہنچ گیا، جہاں اطمینان سے ہر قسم کی لذتیں حاصل کر سکتا ہے۔

یہی حال دنیا و آخرت کا ہے ایک دن کو جو پچاس برس سے نسبت ہے دنیا کو آخرت سے اتنی نسبت بھی نہیں وہاں تو ہمیشہ کی زندگی ہے اور وہاں ہر قسم کی راحت کا وعدہ بھی ہے۔ اور جب مؤمن کو آخرت کی راحت کی امید ہے پھر دنیا سے دل لگانے کی کوئی وجہ نہیں اور آخرت سے غفلت کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ دنیا میں جب کسی چیز کی امید ہوتی ہے تو اس کے حاصل کرنے کے لیے آرام چھوڑ دیتا ہے، مجاہدہ محنت کرتا ہے۔

(خیر الاثاث للاناث، حقیقت مال و جاہ ص:۳۷۱)

اللہ تعالیٰ جس کو جس حال میں رکھے اس کے لیے وہی بہتر ہے

بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ ان کا ایمان افلاس (تنگ دستی) کی وجہ سے باقی ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کو غنی (مالدار) کر دیتا تو اس قدر طغیانی (سرکشی) کریں کہ کفر تک پہنچ جائیں، اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کا ایمان ان کے غنا (مال داری و خوشحالی) کی وجہ سے محفوظ ہے، ان پر افلاس (تنگ دستی) آ جائے تو کفر و الحاد میں مبتلا ہو جائیں۔ (تجدید معاشیات ص:۳۰ بحوالہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

شاید کسی (غریب مفلس شخص) کو شبہ ہو کہ ہماری نیت تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم کو زیادہ سے زیادہ سامان دیں تو خوب نیک کام کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خوب خرچ کریں تو یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ جانتے ہیں، آپ کو کیا خبر ہے

کہ اس وقت جو آپ کے ارادے ہیں، زیادہ مال ملنے کے بعد بھی باقی رہیں گے، یا نہیں اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ (مظاہر الاحوال ص:۱۸)

ایک حدیث پاک کا مفہوم

ایک حدیث قدسی کا مضمون ہے کہ ہمارے بعض بندے ہیں کہ ہم نے ان کو غریب پیدا کیا اگر ان کو ہم امیر (یعنی مالدار) کردیتے تو امارت (مالداری) میں لگ کر وہ ہم کو بھول جاتے، اور بعض بندے ایسے ہیں کہ ہم نے ان کو امیر بنایا اگر ہم ان کو غریب کردیں تو فقر و فاقہ کی مصیبت سے وہ ہم کو بھول جائیں۔

اور بعض بندے ایسے ہیں کہ ہم نے ان کو تندرست رکھا ہے، اگر ہم ان کو بیمار کردیں تو وہ ہم کو بھول جائیں، اور بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کو بیمار رکھتے ہیں اگر وہ تندرست ہوجائیں تو وہ غافل ہوجائیں، اور اس کے آگے فرماتے ہیں: **وذلک لأنی أعلم بعبادی**، یعنی یہ اس وجہ سے ہے کہ اپنے بندوں کے حال سے میں ہی واقف ہوں کہ کس حالت میں ان کو رکھنا مناسب ہے، مثل مشہور ہے کہ اپنے بچھڑے کے دانت آدمی خود ہی خوب جانتا ہے۔

پس ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا شکر کرو، اور ہر حال میں اس کی حکمت اور رحمت سمجھو۔

(الخضوع، حقیقت عبادت ص:۳۱۸)

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور بندوں پر شفقت

حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ بعض لوگوں کو غریب رکھتے ہیں، اس کو کیا خبر کہ امیر ہونے کے بعد وہ کیسا ہوتا۔ زیادہ سامان تم کو دے دیا جاتا تو تم دنیا ہی کے ہو کر رہتے، خدا کی یاد سے غافل ہوجاتے، آج کل مسلمانوں کی رال ٹپکتی ہے دوسری قوموں کے سامان عیش دیکھ کر، مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ خیر اور سلامتی اسی میں ہے کہ ان

کو دنیا زیادہ نہ ملے اگر ہم کو زیادہ مال دیا جاتا تو رات دن دنیا ہی کی فکر میں رہتے آخرت سے بالکل غافل ہوجاتے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ ان کا ایمان افلاس (تنگدستی) ہی سے باقی ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کو غنی (مالدار) کردیتا تو اس قدر طغیانی (سرکشی) اختیار کریں کہ کفر تک پہنچ جائیں، اور بہت سے ایسے ہیں کہ ان کا ایمان ان کے غنا (مالداری) اور خوشحالی کی وجہ سے محفوظ ہے۔ اگر ان پر افلاس آجائے تو کفر میں مبتلا ہوجائیں۔

(مظاہر الاموال ملحقہ حقیقت مال و جاہ ص:۵۹۳. اقوال اشرف تجدید معاشیات ص:۳۰)

ایک مزیدار حکایت

کانپور میں دو شخص شب قدر میں ایک بڑا سا ڈھیلا رومال سے ڈھک کر بیٹھے اور رات بھر دعا کرتے رہے کہ اے اللہ اس کو سونا بنادے، وعظ میں کسی مولوی سے سن لیا تھا کہ شب قدر میں دعا قبول ہوتی ہے، وہ ظالم یہ دعا کرنے بیٹھے، صبح کو خوشی خوشی جب رومال کھولا تو وہ ڈھیلا کا ڈھیلا ہی تھا، بڑے حیران و پریشان ہوئے کہ شب قدر میں دعا کیوں قبول نہ ہوئی، ایک درزی نے کہا کہ اللہ میاں حکیم بھی ہیں، وہی دعا قبول فرماتے ہیں جو بندہ کے لیے مصلحت ہو، خدا کا شکر کرو کہ یہ سونا نہ بنا ورنہ تم آپس میں مرکٹ جاتے (یا اور کوئی مصیبت فتنہ کھڑا ہوجاتا، ڈاکہ پڑ جاتا، جان خطرہ میں ہوجاتی دین و آخرت سے غافل ہوجاتے)۔

واقعی سچ کہا کہ بعض لوگوں کے لیے یہی حکمت ہے کہ ان کو عیش کا سامان زیادہ نہ دیا جائے۔

اس پر ان کو شاید یہ شبہ ہو کہ ہماری نیت تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم کو سامان زیادہ دیں گے تو خوب نیک کام کریں گے، تو وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ جانتے ہیں

تم کو کیا خبر ہے کہ اس وقت جو ارادے اور نیتیں ہیں، وہ زیادہ مال ملنے کے بعد بھی باقی رہے گی یا نہیں، اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ حضرات صحابہ سے بڑھ کر کون خوش نیت ہوگا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے لیے مال کی زیادتی کو پسند نہیں فرمایا۔

(مظاہر الاموال ملحقہ حقیقت مال وجاہ ص:۵۹۱)

فقر وفاقہ اور غریبی بھی اللہ کی نعمت ہے

خدا تعالیٰ کو ہم سے محبت ہے اور کوئی محبّ اپنے محبوب کو تکلیف نہیں دیا کرتا (لہٰذا اگر کسی کو فقر وفاقہ دکھ، بیماری مصیبت کی) تکلیف آئی ہے یہ ایسی ہی ہے جیسے ماں باپ کسی بچہ کے پھوڑے میں جو بہت تکلیف دہ ہو یا آئندہ تکلیف پہنچانے کا اندیشہ ہو، آپریشن کرواتے ہیں، جس میں کہ ظاہراً خوب تکلیف ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں کامل راحت کا سامان ہوتا ہے، اس تکلیف میں وہ حالت ہوتی ہے کہ بچہ تو ڈرتا ہے لرزتا ہے اور ماں باپ خوش ہو رہے ہیں، حتی کہ آپریشن کرنے والے کو انعام دیتے ہیں، سو اگر کوئی اجنبی تعجب کرنے لگے اور کہے کہ یہ انعام کس بات کا دیا ہے، اس شخص نے تو تکلیف پہنچائی ہے اس کو تو سزا دینی چاہئے، تو ماں باپ کہیں گے کہ احمق یہ تکلیف نہیں یہ عین راحت ہے کیونکہ یہی تکلیف ہے جس کی بدولت لڑکے کی زندگی کی امید ہوگئی، ورنہ پھوڑا بڑھتا اور اس کا زہریلا مادّہ پورے بدن میں پھیلتا (کینسر ہوجاتا) اور لڑکا ہلاک ہوجاتا۔ تو جب ماں باپ کا نشتر لگوانا اور اس کو تکلیف دینا آئندہ کے لیے راحت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ناگوار نہیں ہے تو خدا تعالیٰ کو ماں باپ سے بدرجہا زیادہ محبت اپنے بندوں سے ہے، پھر اگر کسی پر وہ فقر وفاقہ (غریبی ومحتاجی) ڈال دیں یا کسی اور مصیبت میں گرفتار کردیں، تو اس کو نشتر کے قائم مقام کیوں نہیں سمجھا جاتا، (کیونکہ فقر وفاقہ مصیبت پر صبر کرنے سے بھی تو ترقی اور ثواب حاصل ہوتا ہے)۔

(وعظ نسیان النفس، ملحقہ آداب انسانیت، ص:۹۸)

غریب نادار شخص کو محض حسن نیت ہی سے صدقہ وخیرات کا ثواب مل جاتا ہے

حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بعض لوگوں کو غریب رکھتے ہیں، اس کو کیا خبر کہ امیر ہونے کے بعد وہ کیسا ہوتا۔

ایسے شخص کو (یعنی غریب محتاج کو صدقہ خیرات کا) ثواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نیت صالحہ عطا فرما دیتے ہیں، اس کے لیے یہ نیت ہی درجات عالیہ حاصل کرنے کے لیے کافی ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو یوں خرچ کرتا، حق تعالیٰ کے یہاں عجیب دربار ہے، وہاں خرچ کرنے ہی پر (ثواب کا) مدار نہیں، غریب کے حق میں خرچ کرنے کی نیت بھی خرچ کرنے کے درجہ میں ہے، خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’قَوْلٌ مَعْرُوْفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا اَذًى‘‘

یعنی نرم جواب دینا اور درگذر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے دینے کے بعد ستانا ہو۔

پس جس کے پاس مال نہ ہو وہ حال وقال (اچھی گفتگو اچھی حالت اور اچھی نیت) سے ثواب حاصل کرے۔

اور جس کو خدا تعالیٰ نے مال دیا ہو وہ اپنی وسعت کے موافق خرچ کر کے خدا تعالیٰ کو راضی کرے۔ (مظاہر الاموال، حقیقت مال وجاہ ص:۵۹۳)

فقر فاقہ بیماری اور ہر طرح کی مصیبتوں پر اجر وثواب کا وعدہ

بہت سے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ کبھی بیماری کبھی پھوڑا پھنسی نکل رہا ہے کبھی طاعون ہے، کبھی ہیضہ ہے، کبھی اولاد کا صدمہ ہے، کبھی بیوی اور ماں بہن کے مرنے کا

صدمہ ہوتا ہے، کسی کے بدن میں کیڑے پڑ گئے ہیں کسی کو دمہ (سانس پھولنے) کی تکلیف دی جارہی ہے، کسی کو دق ٹی بی کا مرض ہے، لیکن سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بھی حق تعالیٰ کی محبت ہی ہے مگر اس میں ماں کی محبت کا رنگ نہیں ہے بلکہ باپ کی محبت کا رنگ ہے، باپ کی محبت یہی ہے کہ جب لڑکا شرارت کرے تو چار ادھر لگائے چار اُدھر لگائے۔

حضرات! حق تعالیٰ ان مصیبتوں سے ہم کو مہذب بنانا چاہتے ہیں تا کہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے، ہم لوگ اپنے برے اعمال سے اپنے آپ کو تباہ کرنے میں کسر نہیں رکھتے حق تعالیٰ ان سزاؤں سے ہم کو راستہ پر لگا دیتے ہیں، اور دماغ درست کر دیتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ دنیا کی مصیبتوں سے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ بعض دفعہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو کوئی خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرمانا چاہتے ہیں جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کر سکتا، تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی مصیبت یا مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں جس سے وہ اپنے اونچے درجہ کو پالیتا ہے۔

اب بتلائیے یہ مصیبتیں حق تعالیٰ کی محبت سے پیدا ہیں یا نہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب ملتا ہوا دیکھ کر نعمت والے لوگ کہیں گے کہ اے کاش ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں تا کہ آج ہم کو بھی یہ درجات ملتے۔ صاحبو! اللہ تعالیٰ تو آپ کو سلطنت اور بادشاہت دینا چاہتے ہیں اور آپ روتے ہیں۔

(وعظ تطہیر رمضان ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ، ص: ۴۶۲)

انبیاء کی حالت

ایسا تو بڑے بڑے انبیاء کے لیے بھی نہیں ہوا، ان پر بھی بڑی بڑی مصیبتیں آئیں، ایک فرعون تھا کہ ساری عمر کبھی دردِ سر بھی اس کو نہ ہو، اور ایک جناب رسول

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ دو دو مہینہ چولھا گرم نہیں ہوا، ہانڈی چولہے پر نہیں چڑھی، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فرعون کو ظاہری تکلیف نہ ہونے سے فضیلت ہوگئی۔

(جو اللہ کے نیک محبوب اور مقبول بندے ہیں ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ) بیمار ہوتے ہیں تو انہیں یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہائے بیماری بڑھ جائے گی تو کیا ہوگا، ان کی یہ حالت نہیں ہوتی بلکہ انہیں ہر حالت میں سکون واطمینان رہتا ہے۔

بخلاف دنیا داروں کے کہ ان کی کیفیت حق تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ ''انسان کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو ظاہری اکرام (خوب مال دولت) دیتا ہے تو وہ بطور فخر کے کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی، اور جب اس کو دوسری طرح آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ بطور شکایت کے کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی'' انسان بھی عجیب چیز ہے جب کھانے کو دیا تو سمجھا کہ میں مقرب ہو گیا، اور جب تنگی ہوئی تو سمجھتا ہے کہ میں مردود ہو گیا۔ (حالانکہ یہ معیار غلط ہے)۔ (روح الافطار، برکات رمضان ص: ۱۹۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حالت

اکثر بلکہ قریب قریب کل انبیاء علیہم السلام کی حالت فقر ہی کی رہی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو حکومت دی گئی تھی اس کا ایک راز تھا وہ یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بڑے بڑے جبار، متکبر بادشاہ تھے، اس وقت کا مقتضیٰ تھا کہ نبی کو بطور معجزہ کے ایسی سلطنت دی جائے جس کا لوہا سب مانیں اس لیے جانوروں اور ہوا تک پر ان کو حکومت دی گئی یہ راز تھا ان کی سلطنت میں ورنہ دنیا کی ترقی مطلوب نہ تھی (اور آپ کی حالت یہ تھی کہ) آپ اپنے کو مسکین کہا کرتے تھے، اپنی ذات کے لیے بادشاہی ساز وسامان سے کام نہ لیتے تھے، بلکہ دست کاری وزنبیل سازی کے پیسوں سے کھاتے پیتے تھے (یعنی خود کما کر کھاتے تھے) اور بادشاہت سے

گھبراتے تھے کہ مبادا حقوق کی ادائیگی میں کمی رہ جائے اس لیے آپ کے بارے میں ارشاد ہوا کہ ''**فَامُنُنْ اَوْ اَمْسِکْ بِغَیْرِ حِسَاب**'' کہ ہم حقوق کے متعلق آپ سے حساب نہ لیں گے، آپ گھبرائیں نہیں۔

کسی کو دینا نہ دینا بالکل تمہارے اختیار میں ہے، کسی قسم کی پابندی نہیں، تم سے اس کا کوئی حساب نہ ہوگا، اس تسلی کے بعد ان کو سلطنت گراں نہیں ہوئی، ورنہ گھبرا جاتے اور ایک دن بھی بادشاہت نہ کرسکتے۔ (تجدید معاشیات ص:۲۷۵-۲۷۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی نظر دولت خانہ کی ہیئت پر پڑی تو دیکھا گدّے میں کھجور کے پٹھے بھرے ہیں اور کچھ چمڑے ٹنگے ہوئے تھے، بس یہ کائنات تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کی نہ بکس، نہ الماری، نہ میز نہ کرسی، نہ بنگلہ، نہ کوٹھی، نہ اور کوئی ساز وسامان۔

اس حالت کو دیکھ کر حضرت عمر کے آنسو جاری ہوگئے، اورعرض کیا یا رسول اللہ یہ قیصر وکسریٰ خدا کے دشمن صلیب پرستی کرنے والے ان کے پاس تو یہ ساز وسامان اور آپ کی یہ حالت؟ آپ دعا فرمائیں کہ آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ دنیا کی وسعت فرمادیں، ادب کی وجہ سے یہ نہیں کہا کہ آپ پر وسعت فرمادیں، جیسے کہتے ہیں کہ آپ کے خادموں کو ایسا کردیں۔

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی یہ بات سنی تو) اٹھ بیٹھے اور فرمایا **افی شک یا عمر**، اے عمر کیا تم ابھی تک شک ہی میں ہو ان لوگوں کو (یعنی قیصر وکسریٰ کو) جو کچھ ملنا تھا سب دنیا میں مل گیا وہاں کچھ نہیں، اور ہمارے لیے آخرت میں ہمیشہ کے لیے راحت ہے۔ (تجدید معاشیات ص:۲۷۶)

فقر وفاقہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

اگر فقر (اورغریبی) ایسی چیز نہ ہوتی تو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کیوں پسند اور اختیار فرماتے، جب حق تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے آپ سے دریافت فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے اُحد پہاڑ سونا کردیا جائے، آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ **أجوع يوماً وأشبع يوماً** یعنی کسی دن بھوکا رہوں اور کسی دن شکم سیر ہوں۔ (وعظ الفطر ملحقہ فضائل صوم صلوۃ ص:۱۹۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر وفاقہ اختیاری تھا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض دفعہ دو مہینہ تک ہمارے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا، بس کچھ چھوارے اور پانی کھا پی کر گذر کرلیتے تھے، اور یہ سخت تنگی کی حالت ہجرت کے شروع میں تھی، بعد میں یہ حالت تو نہ رہی تھی کیونکہ جب فتوحات کی کثرت ہوئی تو آپ کے پاس اس قدر سامان تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک آدمی کو سو سو اونٹ عطا فرمائے، ایک شخص کو بکری کا اتنا بڑا ریوڑ عنایت فرمایا جس سے جنگل بھرا ہوا تھا، ایک ایک آدمی کو سو سو اونٹ اور ہزاروں بکریاں دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے پاس بہت سامان تھا، مگر اس پر بھی یہ توسع (کشادگی خوشحالی) اپنے لیے نہ تھا، اپنے واسطے تو یہ حالت تھی کہ اگر شام کو سونا چاندی آیا تو رات سے پہلے خرچ فرمادیتے تھے، اور صبح کو آیا تو شام سے پہلے خرچ فرمادیتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ عصر کی نماز سے سلام پھیر کر حضور بہت تیزی کے ساتھ اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے، صحابہ کو اس پر فکر ہوئی کہ کیا بات ہوگئی، حضور نے واپس تشریف لاکر فرمایا کہ میرے گھر میں کچھ سونا رکھا تھا جو ابھی تقسیم نہیں ہوا تھا، اور نبی

کے لیے مناسب نہیں کہ رات کو اس کے گھر میں دینار رہے، اس لیے میں نے جا کر اس کی تقسیم کا انتظام کر دیا۔ اسی وجہ سے آپ کے یہاں بعض دفعہ فتوحات کے بعد بھی تنگی ہو جایا کرتی تھی کیونکہ آپ بے حد سخی تھے، گھر میں روپے پیسے رکھتے نہ تھے، ورنہ آپ نعوذ باللہ مفلس (تنگدست) نہ تھے حق تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دیا تھا، بھلا کہیں مفلسوں کو بھی ایسا دیکھا ہے کہ ایک ایک آدمی کو سو سو اونٹ اور بکریوں کا ریوڑ جنگل بھرا ہوا دے دیں۔

غرض شروع میں تو آپ کے یہاں فاقہ کی نوبت آتی تھی اور فتوحات کے بعد یہ تو نہ رہا تھا بلکہ آپ اپنی سب بیویوں کا سال بھر کا خرچ ایک دم سے دے دیا کرتے تھے۔ مگر پھر بھی زیادہ وسعت نہ تھی کیونکہ یہاں مال تو جمع ہوتا ہی نہ تھا اور سال بھر کے خرچ کی تفصیل تو معلوم نہیں، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ ہے کہ ''**اللّٰھم اجعل رزق آل محمد قوتا**'' اے اللہ آل محمد کا رزق بقدر کفایت کر دیا جائے، اور بقدر کفایت وہ ہے جس سے گذر ہو جائے کچھ فاضل نہ ہو۔

(وعظ النسوان فی رمضان، فضائل صوم وصلوٰۃ ص:۲۱۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و فاقہ اور غریبی اختیار کرنے کی حکمت

اگر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غریبی اختیار کرنے میں بڑی حکمت تھی، بات یہ ہے کہ حضور جانتے تھے کہ میری امت مجھ سے محبت کرے گی اگر میں دنیا لوں گا تو تمام امت دنیا حاصل کرنے کو سنت سمجھے گی اور سنت سمجھنے کی وجہ سے اس کو حاصل کرے گی، اور دنیا کے فتنوں اور فسادوں سے بچنے کی ان میں قوت ہوگی نہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ امت ہلاک ہو جائے گی۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک کامل آدمی جو سانپ پکڑنے کا منتر جانتا ہو

اسے اطمینان ہوتا ہے کہ اگر میں سانپ پکڑوں گا تو مجھے کچھ تکلیف نہیں پہنچا سکتا، لیکن اس خیال سے کہ مجھے پکڑتے ہوئے دیکھ کر بچہ بھی سانپ کے منہ میں انگلی نہ دے دے، خود بھی سانپ نہیں پکڑتا، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے تکلیف برداشت کی کہ امت دنیا کے فتنوں میں نہ پڑے۔ تو حضور کی غریبی تو اختیاری تھی۔

(اہتمام دین کی ضرورت، تسہیل المواعظ ص:۳۰۶)

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی حالت

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے سامنے جب کوئی فقر و فاقہ کی شکایت کرتا تو فرماتے تم کو یہ دولت مفت مل گئی ہے اس لیے قدر نہیں، اس کی قدر مجھ سے پوچھو اس کے لیے میں نے سلطنت چھوڑ کر فقر اختیار کیا ہے، اس کی قیمت میں جانتا ہوں۔

چنانچہ ایک بار آپ نے جنگل میں کنویں میں سے وضو کے لیے پانی نکالنے کے لیے ڈول ڈالا، پہلی بار چاندی ڈول بھر کر نکلی، آپ نے اس کو پھینک دیا، پھر دوبارہ ڈول ڈالا تو سونا بھر کر ڈول نکلا، پھر آپ نے اس کو الٹ دیا، پھر تیسری بار اسی طرح جواہرات نکلے، آپ نے باری تعالیٰ سے عرض کیا، اے جنابِ باری! آپ میرا امتحان لیتے ہیں یہ چیزیں تو میرے پاس بہت تھیں، اے اللہ! میں کیا ان کی رغبت کروں گا، مجھے وضو کے لیے پانی عنایت فرما دیجئے، چنانچہ پھر ڈول ڈالا تو اس میں پانی آ گیا۔

(الفطر ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ ص:۱۹۴)

مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زہد و استغناء

مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ تصحیح قرآن کی خدمت سے صرف دس روپیہ ماہوار پر گذر فرماتے، اس میں بھی پانچ روپیہ ضرورت سے زیادہ خیال فرماتے، اس زمانہ میں ایک ریاست سے تین سو ماہانہ کی نوکری آئی مولانا اس کے

جواب میں لکھتے ہیں کہ:

’’میں آپ کی یاد آوری کا شکر گذار ہوں مگر مجھ کو یہاں دس روپے ملتے ہیں پانچ روپئے تو میرے اہل وعیال کے لیے کافی ہوجاتے ہیں اور پانچ بچ جاتے ہیں آپ کے یہاں سے تین سو جو ملیں گے ان میں سے پانچ تو میرے خرچ میں آئیں گے آگے دوسو پچانوے بچیں گے، ان کا کیا کروں گا، ہر وقت فکر لگی رہے گی کہ ان کو کہاں خرچ کروں، اس لیے معذور ہوں‘‘۔

اللہ اکبر! کس قدر استغناء واقعی اللہ والوں کے دل پر مال کی کثرت سے بھی بار ہوتا ہے۔ (تجدید معاشیات ص:۲۷۸، بحوالہ تھانویؒ)

شاہ ابوالمعالی کے فاقہ کی حکایت

حضرت شاہ ابوالمعالی کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ گھر پر موجود نہ تھے، کہ آپ کے مرشد تشریف لائے، اتفاق سے اس روز گھر میں فاقہ تھا، اہل خانہ نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں، آپ کے لیے کوئی انتظام ہونا چاہیئے، آخر خادمہ کو محلّہ میں بھیجا کہ اگر قرض مل جائے تو کچھ لے آئے خادمہ دو تین جگہ جاکر واپس چلی آئی اور کچھ نہ ملا، کئی مرتبہ آنے جانے سے حضرت کو شبہ ہوا اور آپ نے حالت دریافت فرمائی معلوم ہوا کہ آج فاقہ ہے، آپ کو بہت صدمہ ہوا، اور آپ نے ایک روپیہ نکال کر دیا کہ اس کا اناج لاؤ، چنانچہ اناج آیا آپ نے تعویذ لکھ کر اس میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اس اناج کو مع تعویذ کے کسی برتن میں رکھ دو اور اسی میں سے نکال کر خرچ کرتے رہو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس اناج میں خوب برکت ہوئی۔ چند روز کے بعد جب شاہ ابوالمعالیؒ آئے تو کئی وقت کھانے کو برابر ملا، آپ نے ایک روز تعجب سے پوچھا کہ کئی روز سے فاقہ نہیں ہوا معلوم ہوا کہ اس طرح قصہ ہوا، اور حضرت ایک تعویذ دے گئے تھے۔ اب اس موقع پر آپ شاہ ابوالمعالی صاحب کا ادب اور فہم ملاحظہ فرمائیے، کہ توکل بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور پیر کے ادب کو بھی ملحوظ رکھا۔ فرمانے لگے کہ اس اناج کو ہمارے پاس لاؤ، چنانچہ لایا گیا آپ نے اس تعویذ کو نکال کر تو اپنے سر پر باندھا اور فرمایا کہ حضرت کا تعویذ میرے سر پر ہونا چاہیئے، اور اناج کے متعلق حکم دیا کہ فقیروں کو تقسیم کردیا جائے۔ چنانچہ سب تقسیم کردیا گیا۔ اور اسی وقت سے پھر فاقہ شروع ہوگیا۔

ان حضرات کا فاقہ اختیاری فاقہ تھا کیونکہ وہ اس کو سنت سمجھتے تھے۔

(طریق النجاۃ)

شیخ عبدالقدوس اور ان کی بیوی کا حال

حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ پر تین تین دن فاقہ کے گذر جاتے تھے اور جب بیوی پریشان ہوکر عرض کرتیں کہ حضرت اب تو تاب نہیں رہی، فرماتے کہ تھوڑا صبر کرو، جنت میں ہمارے لیے عمدہ عمدہ کھانے تیار ہورہے ہیں، بیوی بھی ایسی نیک ملی تھیں کہ وہ نہایت خوشی سے اس پر صبر کرتی تھیں۔

صاحبو! ان حالات پر آپ کو تعجب نہ کرنا چاہیئے، اگر ذرا بھی ادراک ہوتا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کا کیا عالم ہوتا ہے۔ محبت کا عالم تو یہ ہوتا کہ ....اگر کسی محبوب کو ایک ہزار روپیہ دو اور وہ لات ماردے تو تمہارے دل میں بھی اس روپیہ کی قدر نہیں رہتی، جب مجازی محبت میں یہ حالت ہے تو حقیقی محبت کا کیا پوچھنا، جب محبت کی یہ حالت ہوتی ہے تو شیخ کے فاقہ پر کیا تعجب ہے۔ (طریق النجاۃ ص:۶۷۳، ملحقہ دین ودنیا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے مال کی کثرت کو پسند نہیں فرمایا حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ سے فرمایا کہ

تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب میرے بعد ممالک وبلاد فتح ہوں گے اور تمہارے پاس کثرت سے مال ومتاع اور غلام وخادم ہوں گے۔

صحابہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہوجائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، تمہاری یہی حالت اچھی ہے جو آج کل ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے لیے مال کی زیادہ کو پسند نہیں فرمایا، حالانکہ ان حضرات نے واقعی زیادہ سامان ہونے پر عبادات میں پہلے سے زیادہ ترقی کی، اور دنیا میں منہمک نہیں ہوئے، پھر ہمارے لیے مال کی زیادتی کیوں کر مفید ہوسکتی ہے؟ (مظاہر الاموال ص:۵۹۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے لیے مال کی زیادتی پسند نہیں فرماتے تھے

ایک مرتبہ ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خرچ زیادہ مانگا تھا، تنگی کے زمانے میں تو انہوں نے ایسی درخواست کبھی نہیں کی، حتی کہ تنگی کے زمانے میں بعض وقت پانی بھی گھر میں نہیں ہوا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ شکایت نہیں کی، ہاں جب فتوحات سے سب مسلمان مالدار ہونے لگے اور تنگی رفع ہوگئی اس وقت انہوں نے بھی اپنے لیے وسعت چاہی، مگر یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاق کے خلاف تھی، آپ بیبیوں کے لیے تو کیا وسعت پسند کرتے اپنی بیٹی تک کے لیے بھی اس کو گوارہ نہیں کیا............ آپ تو ہمیشہ دعا فرماتے تھے ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا''، یعنی اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کا رزق بقدر قوت کردیجئے جس سے زندگی قائم رہ سکے، غرض مال کا زیادہ ہونا آپ کے مذاق کے خلاف تھا، اس لیے ازواج مطہرات کی اس فرمائش سے آپ تنگ دل ہوئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

''یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا، وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا''

(سورۂ احزاب پارہ:۲۱)

یعنی ازواج مطہرات سے فرمادیجئے کہ اگر تم دنیا چاہتی ہو اس صورت میں تم میرے پاس نہیں رہ سکتیں، آؤ میں تم کو متاع دنیا دے کر خوبی کے ساتھ رخصت کردوں، اور اگر اللہ ورسول اور آخرت کی طالب ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بڑا اجر تیار کررکھا ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو زیادہ خرچ مانگنے سے منع فرمایا اور ناز کی بات سے منع نہیں فرمایا، معلوم ہوا کہ ناز کرنے میں اتنی برائی نہیں تھی جتنی کے زیادہ خرچ مانگنے میں تھی، مگر آج کل کتنی الٹی بات ہے کہ زیادہ خرچ مانگنے کو تو برا نہیں سمجھتے جو کسی درجہ میں مذموم بھی ہے، اور بیوی کے ناز اور بے تکلفی کو برا سمجھتے ہیں جو ذرا بھی بری بات نہیں۔

(حقوق البیت ملحقہ حقوق الزوجین ص:۲۳ تا ۲۹، ملخصاً التبلیغ ص:۱۳۶)